© rasailojaraid.com

حجاب کی حقیقت

حافظ سید عزیز الرحمٰن

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس حاضر تھیں کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے، یہ بڑے جلیل القدر نابینا صحابی تھے، انہی کے بارے میں تیسویں پارے کی تیسری سورت (عبس وتولی) بھی نازل ہوئی تھی، انہیں رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی غیر موجودگی میں مدینہ منورہ میں آپ کی نیابت کا شرف بھی حاصل ہے۔

یہ واقعہ اس وقت کا ہے، جب حجاب کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا تو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم دونوں پردے میں چلی جاؤ! حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ تو نابینا ہیں، وہ نہ تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں، نہ پہچان سکتے ہیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو؟ اور تم بھی اسے نہیں دیکھ سکتیں؟ اسے ترمذی اور ابوداؤد کے ساتھ ساتھ مسند احمد میں بھی روایت کیا گیا ہے۔ (ترمذی، رقم 2787، ابوداؤد 4112)

حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کے بعد نہ تو کسی قسم کا ابہام باقی رہتا ہے، نہ کوئی شبہ برقرار رہتا ہے بلکہ اگر اسے دیگر روایات اور قرآنی آیات کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حجاب میں، جس کی ضرورت وفرضیت کے باب میں سبھی متفق ہیں، چہرہ نہ صرف شامل ہے بلکہ اس کا سب سے ضروری اور اہم حصہ ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور واقعہ کافی اہمیت کا حامل ہے، غزوۂ احد کے موقع پر ام خلاد نامی ایک خاتون کا بیٹا شہید ہو گیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنے بیٹے کے اجر وثواب کی بابت استفسار کیا، اس نے اس موقع پر اپنے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا، لوگوں نے از راہ حیرت اس سے سوال کیا کہ تمہارا بیٹا شہید ہو گیا ہے اور تم نے چہرے پر نقاب ڈالی ہوئی ہے؟ ان کا مقصد یہ تھا کہ جوان العمر بیٹے کے سوگ میں تمہیں سر اور چہرہ نہیں ڈھانپنا چاہیے تھا۔ اس صحابیہ خاتون کا جواب بڑا ایمان افروز تھا۔ اس نے کہا کہ ''اگر میں نے بیٹا گم کر دیا ہے تو حیا ہرگز گم نہ کروں گی۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بشارت دی کہ تیرے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملا ہے، کیونکہ اسے عیسائیوں نے قتل کیا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد)

اس روایت میں بہت سے پہلو ہمارے لئے لائق توجہ ہیں:

ایک تو یہ کہ پردہ اس دور میں رائج تھا، نہ صرف رائج تھا بلکہ مسلمان کی پہچان اور حیا کی علامت تصور کیا جاتا تھا، ورنہ جن لوگوں نے اس کے نقاب پر حیرت ظاہر کی وہ یہ نہ کہتے کہ صدمے کی حالت میں بھی تم نے پردہ کیا ہوا ہے، بلکہ ان کا اعتراض یہ ہوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ تم نے یہ چہرے کے چھپانے کا مسئلہ کہاں سے لیا ہے؟ اسلام میں تو شرط نہیں ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خاموش رہ کر اس کے اس عمل کو قبولیت کی سند دی اور تقریرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ تقویت پا کر شریعت مطہرہ کی دلیل اور نص صریح بن گیا۔

قرآن کریم میں تو یہ مسئلہ بہت واضح ہے، جس میں صاف طور پر عورت کے چہرے سمیت تمام مظاہر زینت کو نامحرم مردوں سے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، مثال کے طور پر سورۂ احزاب میں فرمایا گیا، اور جب تم پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بیویوں سے کچھ سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے کرو۔ (آیت 53)

پھر اسی آیت میں اس حکم کا سبب اور وجہ بھی بیان فرما دی کہ ''یہ حجاب تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ہے۔'' اسی سورۂ احزاب میں دوسرے مقام پر فرمایا: ''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنی زیب وزینت کا اظہار نہ کرو۔'' (آیت 33)

صرف یہی نہیں کہ خواتین کے لئے حجاب کا حکم ہے بلکہ ہر اس کام کی ممانعت کی گئی جو ان کی طرف مردوں کے ادنیٰ میلان کا بھی سبب بنتا ہو، مثال کے طور پر سورۂ نور میں خواتین کو یہ حکم دیا گیا کہ ''اور عورتیں اپنے پاؤں زور زور سے مار کر نہ چلیں، کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔'' (آیت 31)

یعنی پیروں کے چلنے کی آواز سے بھی اگر کسی کے متاثر ہونے اور اس جانب متوجہ ہونے کا امکان یا خدشہ ہو تو اس سے بھی بچنے کا حکم ہے اس لئے یہ عام حکم ہے کہ پیر آہستگی سے زمین پر رکھیں اور اپنی چال کو دھیما رکھیں، تاکہ ان کی آواز پیدا نہ ہو، اسی آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے ہر ایسی حرکت ممنوع ہے، جس سے اس کی چھپی ہوئی زینت کا اظہار ہوتا ہو، یہاں تک کہ اسے عطر اور خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنا بھی ممنوع ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، 2/285)

یعنی وہ بھی غیر مردوں کو متوجہ کرنے کا باعث بن سکتی ہے، سو ایسے میں چہرے ہی کو کھولنے کا حکم یا اجازت دے دی جائے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ اصل میں یہ سوالات اسلام کے مزاج کو اس کی اہمیت کے مطابق نہ سمجھنے سے پیدا ہوتے ہیں، اسلام کا ایک خاص اصول یہ ہے کہ وہ ہر برائی کو پیدا ہونے سے قبل ہی ختم کر دینے کا قائل ہے، وہ نہ صرف برائی پنپنے نہیں دیتا، بلکہ وہ ہر اس رخنے کو ٹھکرا دینے کا قائل ہے، جہاں سے کسی بھی وقت اور کسی بھی صورت برائی داخل ہو سکتی ہے، پردہ اور حجاب بھی اس سلسلے کا ایک حصہ ہے، پردہ بذاتِ خود کوئی مطلوب نہیں، لیکن چونکہ وہ ایک بہت بڑی برائی سے بچنے کے لئے ضروری ہے، اس لئے اس کا حکم اس شد ومد سے دیا جاتا ہے پھر اس مقصد کے لئے چہرہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے اس لئے یہ ہدایت لازمی طور پر اور سب سے پہلے حکم حجاب میں شامل ہوگی۔

....(بقیہ صفحہ:21 پر ملاحظہ فرمائیں)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُن شہیدوں پہ لاکھوں سلام

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نامرادانہ زیست کرتا تھا
میر کا طور یاد ہے ہم کو

فکر ونظر کی آوارگی، خیال کا فسق وفجور، آ گہی ودانش کی دساست، سوچ کی لمحاتی خباثت اور قلبِ ناہموار کے بدکاری کے فیصلے......اسی کا نام سیکولرزم ہے۔ یا 'یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی عمل کی مکروہ تقسیم اور اس تقسیم کا دینی اعمال، دینی مزاج اور دینی اخلاقیات پر اطلاق، سیکولر ذہنیت، سیکولر رویّے اور سیکولر عمل کا ہدف ہے۔ بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیکولرزم...... ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی، بالمیکی، زرتشتی، بدھسٹ، پارسی، مرزائی غرض کہ تمام کفار ومشرکین کا پسندیدہ پیراہن ہے۔ انہی کفار ومشرکین کی پیروی کی وجہ سے جدید سیاسی جماعتیں بھی اپنا سلوگن سیکولرزم ہی بتاتی ہیں اور اسے پاکستان کی اجتماعیت و سلامتی کی ضمانت قرار دیتی ہیں۔ ہمارے نزدیک یہی فرنگی کی فتح ہے کہ اس کا ایجاد کردہ ایک نظریہ مسلمانوں نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کے ''اسلامی'' ہونے پر اصرار بھی کیا۔

بیسویں صدی کی تیسری چوتھی دہائی میں یہی فکری جنگ لڑی جارہی تھی۔ سیکولر طبقہ کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے غیر مسلم طبقات کو اپنی جماعت کا نہ صرف رکن بنایا بلکہ ایک سکہ بند مرزائی ''سر ظفر اللہ خاں'' کو 1946ء میں مسلم لیگ کا عہدیدار بنایا اور پاکستان بن جانے کے بعد پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنایا۔ پاکستان کا وزیر قانون ایک مشرک ''جوگندر ناتھ منڈل'' کو بنایا جو کہ مسلم لیگ کے الیکشنی اور منشوری وعدوں سے الگ تھلگ، متضاد اور متصادم تھا۔ مجلس احرار اسلام نے ظفر اللہ خان اور مرزا بشیر الدین محمود کی شیطانی چالوں کا اندازہ کرلیا اور 1949ء میں سیاسیات سے کنارہ کشی کر کے دین کی حفاظت، دینی تحفظات اور دینی حقوق کی طرف توجہ پھیر دی اور مرزائیت کے تعاقب پر ساری قوت لگادی۔ 1951-52ء تو اخباری اور تقریری مہم پر صرف ہوئے۔ 53ء میں عملی جدوجہد کا آغاز ہوا اور تحفظ ختم نبوت کے نامِ خوش نام سے اٹھنے والی تحریک' مالاکنڈ ایجنسی سے لے کر ساحل سمندر تک پھیل گئی۔ مارچ، اپریل، مئی...... تین مہینے تحریک تحفظ ختم نبوت کا جوبن تھا۔ تمام منفی قوتیں' دینی طاقت کے سامنے ہیچ ہو کر رہ گئیں اور لوگوں کی دینی محبت کو منہ پھاڑے تکتی رہ گئیں' پھر سیکولر اور لبرل عفریت اکٹھے ہوئے اور ''جنرل اعظم خان'' کی مکروہ قیادت پر متفق ہوگئے۔ اس نے ابن زیاد اور شمر کا کردار انجام دیتے ہوئے پورے پنجاب میں گولی اور گالی کو عام کر دیا اور ملکی تاریخ کا پہلا مارشل لاء لگادیا۔ لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، راولپنڈی، ملتان اور میانوالی وغیرہ میں شیطانی ناچ ناچا گیا بلکہ سیکولرزم کا ابلیس ننگا ہو کے ناچا اور سینکڑوں فدایان ختم نبوت خون میں نہلا دیئے گئے۔ شہداء ختم نبوت کے خونِ ناحق سے مسجدیں، دفاتر، بازار، سڑکیں اور گلیاں لالہ زار ہوگئیں۔ فوج کی نگرانی میں شہداء کو جلا کے ان کی راکھ چھانگا مانگا کی جھیل میں بہادی گئی۔ کسی بیوہ اور کسی یتیم کا درد ٹیس

© rasailojaraid.com